

شعرو شاعری سے متعلق قرآن و سنت کا موقف

ڈاکٹر توقیر عالم فلاحی، لیکچرر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

جزیرہ نمائے عرب میں جب اسلام کی شمع فروزاں ہوئی تو کفار و مشرکین مدہش و حیران رہ گئے اور ان کے سینوں پر سانپ لوٹنے لگا۔ آخر ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ ظہور اسلام کی تاباں کرنوں سے ان کے موروثی دین کو خطرہ لاحق ہو گیا تھا، ان کی کرسی و اقتدار پر مسلسل ضربیں پڑ رہی تھیں اور صدیوں سے تعمیر کیا ہوا قصر عظمت پیوند خاک ہو رہا تھا۔ لیکن سرفروشان حق کو خدا کی عظمت و بزرگی، رسول اکرم ﷺ کی قدم بوسی اور اپنی مشیت کا احسان و ادراک منظر مقصود کی طرف کشاں کشاں لئے جا رہا تھا۔ قرآنی تعلیمات دلوں کو جھجھوڑ کر روحانی قوت کو بیدار کر رہی تھیں، شر و فساد کا قلع قمع کر کے خیر و فلاح کے بیج بوتي جا رہی تھیں اور ہر شعبہ زندگی میں بنی نوع انسان کی ظاہری اور باطنی تبدیلی و اصلاح کے لئے ممیز کا کام کر رہی تھیں۔

فکر و نظر میں انقلاب برپا کرنے کے سلسلے میں قرآن پاک نے یہ تعلیم دی کہ دنیا میں دیگر جتنے مذاہب و نظریات پائے جا رہے ہیں وہ تمام مذاہب اسلام کی بگڑی ہوئی شکلیں ہیں جبکہ اسلام ہی اللہ کا محبوب و پسندیدہ طریقہ زندگی ہے ^{۱}۔ جو لوگ اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کو قبول کرتے ہیں ان کا مذہب یا طریقہ زندگی خدا کی بارگاہ میں شرف قبولیت سے ہمکنار نہیں ہو گا ^{۲}۔ اس نے اپنے ہی جیسے انسانوں کی تقدیس، معبودانِ باطل کی پرستش اور بعض دوسری مخلوقات کے خدائے بزرگ و برتر کی خدائی میں شرکت کے زعمِ باطل پر تیشہ چلا کر یہ دو ٹوک انداز میں یہ واضح کر دیا کہ پوری کائنات کا مالک صرف ایک ذات ہے، وہی قادر مطلق ہے اور صرف اسی کی ذات پرستش کے قابل ہے۔ قرآن پاک نے ہی انسانیت کو یہ فکر ذہن نشین کرایا کہ اس عارضی زندگی کے بعد ایک مستقل اور ابدی زندگی بھی آنے والی ہے جہاں نیکو کاروں کو ان کے اعمالِ حسنہ کی جزا ملے گی، نیز بدکاروں اور شر پسندوں کو ان کی کرتوتوں کا بدلہ۔ پھر برتری و کمتری اور احسن و ارجز

کے باب میں قرآن نے واضح کر دیا کہ خدا کی نگاہ میں تم میں سے افضل و اکرم وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ خوف خدا رکھتا ہے {۳}۔

اخلاق و عادات کے ضمن میں قرآن کریم نے جو بنی بر حکمت اور دلوں کو اپیل کرنے والی تعلیمات دی ہیں بلا شک و ریب اگر انہیں عملی جامہ پہنا دیا جائے تو ایک پر رونق، معزز اور انقلابی شخصیت کی تعمیر ہوتی ہے۔ وحدت الہی، حیا و پاکدامنی، غصّ بصر، عفو و درگزر اور عفو و امانت کے باب میں قرآن نے قیمتی اسباق دے کر بنی نوع انسان کو سیتکات و منکرات کا باغی و معاند اور خیرات و حسنات کا حامی و محافظ بنا دیا۔ اس طرح اخلاق فائدہ کو نشو و نما ملی اور اس وقت کا پورا معاشرہ جنت نشان بن گیا۔

آفتاب اسلام کے طلوع ہونے سے قبل حق و باطل، خیر و شر، جائز و ناجائز اور مستحق و فاسق کے مابین محسوس طور پر پوری انسانی برادری کا زاویہ فکر بدلا ہوا تھا۔ عرب کے معاشرے میں بالخصوص کفر و شرک اور الحاد و بے دینی کی آندھیاں چل رہی تھیں۔ قبائلی اور گروہی تعصب نیز باہمی عداوت و رقابت کی بھٹیاں سلگ رہی تھیں۔ قبیلہ کے فخر و حماسہ میں جو جتنا زیادہ مبالغہ آرائی کرتا وہی قبیلہ کا ہیرو سمجھا جاتا تھا اور آباء و اجداد کے شرف و عظمت کی تعریف و توصیف کو فرض منصبی قرار دیا جاتا تھا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ تمام محرکات و عوامل موجود تھے جن سے مطلق شعر گوئی کے فن کو عروج و اقبال کی منزل تک پہنچایا جاسکتا تھا۔ اور ہوا بھی یہی کہ شعر کو ہی تمام احوال و وقائع کی ترجمانی کا ذریعہ بنایا گیا۔ سیاسی معاملات ہوں یا معاشی معاملات، معاشرتی معاملات ہوں یا اخلاقی معاملات، رزم سے متعلق امور ہوں یا بزم سے متعلق معاملات، گویا کہ ہر شعبہ زندگی میں شاعری ہی عربوں کی زبان تھی۔ ابن سلام کہتے ہیں کہ اشعار زمانہ جاہلیت میں عربوں کے علم و حکمت کا دیوان کہے جاتے تھے {۴}۔

ابن قتیبہ عربوں کے نزدیک شعر کی اہمیت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ خدائے برتر نے قرآن کریم کو جو مقام و مرتبہ عنایت فرمایا ہے، عرب بعینہ وہی اہمیت شعر کو اہمیت دیتے تھے {۵}۔

ابن خلدون کی اس رائے میں موزونیت ہے کہ شعر عربوں کے نزدیک دو سرے

تمام کلاموں سے افضل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اسے علوم و اخبار کا دیوان بنالیا تھا اور علم و حکمت کی بہت ساری چیزوں کو جاننے کے لئے وہ اس کی طرف رجوع کیا کرتے تھے اور اس میں پیش قدمی و مسابقت کا مظاہرہ کیا کرتے تھے {۶۱}۔

تاریخ عرب میں اعلیٰ کے اس مدیہ قصیدے کو عربی شاعری کا سرمایہ افتخار سمجھا جاتا ہے جس کے ذریعے خلق نامی شخص کی بچیوں کی شادی کا مسئلہ بہت آسانی سے حل ہو گیا {۶۲}۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ اس کی سحرانگیز قوت اور عظمت و حشمت کی دلیل ہے، جس سے انکار و انحراف ایک تاریخی حقیقت سے اغماض اور چشم پوشی کے مترادف ہے۔ چنانچہ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ شعراء خاندان اور قبیلے کی زبان ہوتے تھے۔ شکست و ہزیمت، مصائب و مشکلات اور خطرات و حوادث میں انہیں ملجا و ماویٰ سمجھا جاتا تھا۔

قرآن ﷺ بنی نوع انسان کے لئے بلند ترین اور انتہائی معیاری نصب العین لے کر اس مسموم و مکدر ماحول میں تشریف لائے اس لئے دوسرے شعبہ ہائے زندگی کے ساتھ ساتھ قرآن اور صاحب قرآن نے شعر و شاعری کی اس وسیع جولان گاہ کو بھی نظر انداز نہیں کیا اور ہمہ گیر انقلاب کے پیام کی حیثیت سے اس شعبہ زندگی کی طرف بھی التفات و توجہ کو امر ناگزیر قرار دیا۔ یہی نہیں بلکہ عملی پیش قدمی کر کے فن و ادب کو نئی جتوں اور قابل ذکر وسعتوں سے ہمکنار کرایا اور دوسری طرف زاویہ فکر و نظر کو تبدیل کر کے شعراء کرام کو ایک خاص جہت سے اس میدان کا سرگرم اور فعال کارکن بنا دیا۔ بہر حال شعر و شاعری کی طرف توجہ دینا اور اسے فکر و فن کی مختلف جتوں سے روشناس کرنا وقت کا اہم ترین تقاضا تھا جس سے بے اعتنائی برت کر ہمہ گیر انقلاب کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا تھا۔

نزول قرآن کے بعد جب مشرکین مکہ کی قوت فصاحت و بلاغت عاجز و در ماندہ ہو گئی اور وہ دینی اور ثقافتی رسوم و روایات کو مخدوش و پر خطر محسوس کرنے لگے تو اضطراب و بے چینی کے عالم میں انہوں نے قرآن اور صاحب قرآن ﷺ پر افترا پرداز یوں کی جو چھاڑ کو و طیفہ جات بنالیا۔ صاحب نبوت ﷺ کو اعلیٰ درجے کا شاعر اور وحی الہی کو

قصہ پارینہ اور شاعری سے موسوم کر کے بعثت رسول کی تکذیب کو اپنی دلچسپیوں اور مصروفیتوں کا موضوع قرار دے لیا۔ قرآن اور صاحبِ قرآن ﷺ سے متعلق مشرکینِ مکہ کے اضطراب و بوکھاہٹ کی کیفیت قابلِ ملاحظہ ہے :

﴿بَلْ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ بَلْ افْتِرَاءُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ﴾

(الانبیاء : ۵)

”وہ کہتے ہیں : بلکہ یہ پرالندہ خواب ہیں، بلکہ یہ اس کی من گھڑت ہے، بلکہ یہ شخص شاعر ہے۔“

کفار و مشرکین کے اس اضحلال و سراپائی کی کیفیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے قرآن کے نازل کرنے والے نے قرآن اور صاحبِ قرآن ﷺ کی عظمت ان الفاظ میں بتائی :

﴿وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ﴾ (النبین : ۶۹)

”ہم نے اس (نبی) کو شعر نہیں سکھایا ہے اور نہ شاعری اس کو زیب ہی دیتی ہے۔ یہ تو ایک نصیحت ہے اور صاف صاف پڑھی جانے والی کتاب۔“

علامہ ابن کثیر اس آیتِ کریمہ کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت پر ناطق ہے کہ شاعری نہ تو اس کی سرشت میں تھی نہ اس کی فطرت اس کی مقتضی تھی اور نہ ہی ہم نے اسے شعر و شاعری کی تعلیم و تربیت دی۔ موصوف اسماعیل بن مجالد کے حوالے سے ابو زرعہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ سوائے رسول اکرم ﷺ کے عبدالمطلب کے پورے گھرانے کو شاعری کا ذوق تھا {۱}۔

ایک دوسری جگہ قرآن کریم سے متعلق کذب و بطلان پر مبنی مشرکین کے انتساب پر گرفت کی گئی :

﴿إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَّا تُوْمِسُونَ﴾ (الحاقة : ۴۰-۴۱)

”یہ ایک رسول کریم کا قول ہے، کسی شاعر کا قول نہیں ہے، تم لوگ کم ہی ایمان

آپ ﷺ رحمۃ للعالمین، مبشر اور منذر کی حیثیت سے نبوت کے جس منصب جلیل پر فائز تھے اس کا تقاضا تھا کہ دنیائے انسانیت کو صالح نظام زندگی سے متعارف کرایا جائے، کراہتی اور سکتی ہوئی انسانیت کے سامنے نسخہ شفا پیش کیا جائے اور دونوں جہاں کی فلاح و کامیابی کے ذریعے اصول سے انہیں روشناس کرایا جائے۔ اس عظیم اور مقدس ترین مشن کا تعلق شعر و شاعری سے نہیں تھا، جہاں جذباتیت اور تخیل کلیدی حیثیت کے حامل سمجھے جاتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے لئے شاعری کو خلاف شان اور منصب نبوت کے متضاد قرار دینے کی خدائی مصلحت بالکل عیاں ہو جاتی ہے جب شعراء جاہلیت سے متعلق یہ آیات کریمہ زیر مطالعہ ہوں :

﴿وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ۚ أَلَمْ تَرَأَهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ
يَهْتَفُونَ بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا ۚ مَا لَا يَفْعَلُونَ ۝﴾

(الشعراء : ۲۲۲-۲۲۶)

”اور شعراء کے پیچھے بٹکے ہوئے لوگ چلا کرتے ہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے ہیں اور ایسی باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں ہیں۔“

ان فرمودات الہی میں شعراء کے لئے تین کسوٹیاں پیش کی گئی ہیں، جن کی روشنی میں شعراء کرام اپنی تصویر دیکھ سکتے ہیں۔ دوسری طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف شاعری کا انتساب کرنے والوں کو ان آیات بینات میں مسکت جواب دیا گیا ہے۔

پہلی کسوٹی یہ فراہم کی گئی کہ شعراء چونکہ جذباتیت کی طوفانی لہروں میں غوطہ زن ہوتے ہیں، حقائق و معارف سے بڑھ کر تخیلات و توہمات کی مختلف وادیوں میں سرگرداں ہوتے ہیں، کلام میں زور استدلال، طلاق لسانی، مبالغہ آرائی اور دوسری فنی خوبیوں کی بنیاد پر یقیناً مجمع کو اپنا ہم نوا بنالینے کی صلاحیت ان میں ہوتی ہے لیکن وہی لوگ ان کی رفاقت و ہمنوائی اختیار کرتے اور تقلید و اتباع کا ثبوت دیتے ہیں جن کی فطرت میں کجی ہوتی ہے، جو حق و صداقت کے منکر و باغی ہوتے ہیں اور جو شاہراہ عدل و قسط سے دور ہو کر ضلالت و گمراہی اور طغیان و سرکشی کو شیوہ و شعار بنا لیتے ہیں {۹}۔ اس کے برعکس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مقدس مشن کی راہ میں سرگرم عمل ہیں۔ ایثار و خلوص، سنجیدگی اور

شائستگی اور صبر و استقلال کے دیوبن کر انسانیت کو صراطِ مستقیم دکھانے میں کوشاں ہیں اور وہی لوگ ان کے حلقہٴ بگوش ہو رہے ہیں جو فطرتِ صالحہ سے آراستہ ہوتے ہوئے جو یائے حق ہونے کا ثبوت دیتے ہیں۔

دوسری کسوٹی یہ ہے کہ شعراء بالعموم کسی مخصوص مشن کے پیامی نہیں ہوتے اس لئے ان کی شاعری کسی مخصوص فکر کی غماز نہیں ہوتی۔ صحیح و غلط، مستحسن و قبیح اور حق و ناحق جیسے بہتیرے متضاد اوصاف سے ان کی شاعری مملوء ہوتی ہے۔ کسی مستقل نہج پر گامزن نہ ہوتے ہوئے افکار و خیالات اور توہمات و خرافات کی مختلف وادیوں میں سرگرداں ہوتے ہیں۔ وہ بھٹک رہے ہوتے ہیں اور اس طرح ان کی کوئی شناخت باقی نہیں رہتی۔ اس کے بالمقابل نبی اکرم ﷺ کی ساری سرگرمیاں بندگانِ خدا کو رشد و ہدایت کے محور پر گردش کرتی نظر آتی ہیں، آپ ﷺ تمام شعبہ ہائے زندگی میں خوشنودی رب کے نقیب و نمائندہ نظر آتے ہیں اور ہر سعی و عمل میں صبغۃ اللہ کا ایک ہی رنگ غالب ہوتا ہے۔

شعراء سے متعلق مذکورہ فرمودات الہی کے آخری ٹکڑے میں تیسری کسوٹی یہ دی گئی کہ شعراء گفتار کے غازی تو ہوتے ہیں لیکن کردار و عمل کی دنیا میں بالکل کھوکھلے نظر آتے ہیں۔ مختلف محفلوں کی زینت بنتے ہوئے اپنی طباعی اور زور بیانی کالوہاتو منوالیتے ہیں لیکن چونکہ وہ اخلاق و للیت کے جذبے سے سرشار ہونے کی بجائے خود شنائی اور داد و دہش کے طلب گار ہوتے ہیں اس لئے انہیں اس بات کی فکر نہیں ہوتی کہ سامعین یا مخاطبین کو نذر کئے جانے والے وعظ و نصیحت اور تلقین و ارشاد پر وہ خود عامل ہیں یا نہیں۔ اس کے برعکس نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم بنی نوع انسان کو وہی تعلیم دیتے ہیں جو ان کی عملی زندگی میں رچ بس گئی ہوتی ہے۔ اہل ایمان ساتھیوں کو خود نبی کریم ﷺ کی زبانی یہ تہذیر کرائی جاتی ہے :

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۚ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝﴾

”اے ایمان لانے والو! وہ باتیں کیوں کہتے ہو جنہیں کرتے نہیں ہو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ انتہائی ناپسندیدہ ہے کہ تم وہ باتیں کہو جنہیں کرتے نہیں ہو۔“
قول و عمل میں تضاد دراصل منافقت کا کھلا ثبوت ہے جس کے نتیجے میں ایک انسان کو انتہائی پرلے درجے کے جہنم سے سابقہ پڑے گا، جیسا کہ اللہ رب العزت کی کتاب گویا ہے :

﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ...﴾

(النساء : ۱۳۵)

”بلاشبہ منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں جائیں گے۔“

اس آیت کے عمل و قول کے تضاد کی ہلاکت انگیزیوں سے بایں الفاظ متنبہ فرمایا :

((يَجَاءُ بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْقِي فِي النَّارِ، فَيَسْأَلُهُ أَقْبَابُهُ فَيَدُورُ بِهَا فِي النَّارِ كَمَا يَدُورُ الْحِمَارُ بِرَحَاهُ، فَيُطِيفُ بِهِ أَهْلُ النَّارِ فَيَقُولُونَ : يَا فُلَانُ مَا لَكَ مَا أَصَابَكَ؟ أَلَمْ تَكُنْ تَأْمُرُنَا بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَانَا عَنِ الْمُنْكَرِ؟ فَقَالَ : كُنْتُ أَمْرُكُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَلَا آتِيهِ وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَآتِيهِ)) {۱۰}

”قیامت کے روز ایک شخص کو لایا جائے گا اور اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ پس اس کی آنتیں نکل پڑیں گی، پھر وہ ان آنتوں کو لے کر ایسا گھومے گا جیسا کہ گدھا چکی کو لے کر گھومتا ہے۔ پھر جہنم والے اس سے پوچھیں گے کہ اے فلاں اس سے تجھے کیوں سابقہ پڑا؟ کیا تم لوگوں کو معروف کا حکم نہیں دیتے تھے اور منکر سے نہیں روکتے تھے؟ پس وہ کہے گا کہ ہاں میں تم لوگوں کو کار خیر کا حکم دیتا تھا مگر خود عمل پیرا نہ ہوتا تھا اور تم لوگوں کو برائیوں سے روکتا تھا اور خود ان کا ارتکاب کرتا تھا۔“

شاعروں کے انعام و اکرام اور داد و دہش کی طمع کے برعکس ہادی اعظم ﷺ چونکہ اخلاص و ثلاثیت کے پیکر تھے یہی وجہ ہے کہ انسانیت کے ہدایت یاب ہونے کی فکر میں آپ ﷺ اپنا جہنم سکون کو پیش کرتے تھے۔ دعوت و تبلیغ کی راہ میں خدا کے بندوں سے کسی

قسم کی اجرت طلبی کا خیال تک آپ کے دل میں نہ آتا تھا اور آپؐ برملا فرماتے تھے :

﴿ قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجَرٍ فَهُوَ لَكُمْ، إِنْ أَجَرِيَ إِلَّا عَلَيَّ
اللّٰهِ... ﴾ (سبا: ۴۷)

”کہہ دیجئے (اے نبیؐ) میں نے تم سے کوئی اجر مانگا ہے تو وہ تم ہی کو مبارک رہے۔
میرا اجر تو اللہ کے ذمہ ہے۔“

قرآن حکیم کے ان تین معیارات کی روشنی میں یہ صداقت آشکار ہو جاتی ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف شاعری کا انتساب مشرکین مکہ کے دیانت دارانہ فیصلے
کا غلط نتیجہ نہیں تھا بلکہ وحی اور حلال وحی کو نیچا دکھانے کی اس سازش کا منظر تھا جو انکار وحی
اور رسالت پر منتج ہوتی تھی۔

شعرو شاعری سے بُعد و تفکر کے باب میں احادیث نبویؐ بھی سند فراہم کرتی ہے۔ مسند
احمد میں حضرت سعدؓ سے ایک روایت منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ نے
فرمایا :

((لَا يَمْتَلِي جَوْفَ أَحَدِكُمْ قِيحًا يَرِيهِ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَمْتَلِي
شِعْرًا)) {۱۱}

”اگر تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ سے بھر جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ شعر سے
بھرے۔“

جو یہ شاعر سے گریز کے باب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بیان بھی ملاحظہ فرمائیں :

((مَنْ قَالَ فِي الْإِسْلَامِ هَجَاءً مَقْذَعًا فَلَسَانُهُ هَدْرٌ))
”جس کسی نے بھی اسلام میں فحش جو گوئی کی پس اس کی زبان ناکارہ اور رائیگاں
جانے کے لائق ہے۔“

قرآن و حدیث کے مذکورہ بالا نصوص کے آئینے میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شعر
گوئی ایک شنیع و دنی فعل ہے۔ لیکن شاعری کے قرآنی موقف کی بابت یہ تاثر یک طرفہ
اور متعصبانہ ہو گا، کیونکہ شعر و شاعری کے باب میں کچھ دوسرے نصوص بھی ہیں جو
بلاشبہ سورہ شعراء میں شعراء کے کفار کی تذلیل و تحقیر

کرتے ہوئے یہ واضح کیا گیا ہے کہ وہ شعراء جو ایمان و یقین کی لذت و شیرینی سے کوسوں دور ہیں، جن کے قول و عمل میں تضاد ہے اور جو ظن و تخمین کی ہر ہر وادی میں ٹامک ٹوئیاں مارتے ہیں وہ خدا کے نزدیک بڑے ذلیل لوگ ہیں۔ ان کا کلام انتہائی مذموم اور ان کا کردار انتہائی ملعون ہے۔ لیکن ان آیات کریمہ کے بعد ہی وہ ارشادِ ربانی بھی قابل ملاحظہ ہے جو بلاشبہ شعرائے صالحین کو شعرائے کفار کے زمرے سے مستثنیٰ رکھنے کی سند فراہم کرتا ہے۔ سورۃ الشعراء کی آخری آیت کا ابتدائی حصہ ملاحظہ فرمائیں :

﴿إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا
وَانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا﴾ (الشعراء: ۲۲۷)

©rasailojaraid.co

ہے یلو کیا اور جب ان پر ظلم کیا گیا تو (صرف) بدلہ لے لیا۔“

خدمتِ دین سے متعلق یہ قضیہ بالکل عیاں ہونا چاہئے کہ زبان و قلم دونوں ہی اس میں قابل ذکر طریقے سے رول ادا کرتے ہیں اور منشور و منظوم دونوں قسم کے سرمائے خدمتِ دین کے مبارک کام میں استعمال ہوتے ہیں۔ قرآن پاک میں جہاد فی سبیل اللہ کی جو تعلیم دی گئی ہے اس میں قول و عمل اور زبان و قلم سے تبلیغ کو ابتدائی مرحلے کی حیثیت حاصل ہے۔ سورۃ الشعراء کی مؤخر الذکر آیت اس ضمن میں بین ثبوت ہے کہ ایمان و ایقان کی نعمت سے بہرہ ور ہونے اور اعمالِ صالحہ سے اپنی زندگی کو آراستہ و پیراستہ کرنے والوں نیز ذکرِ الہی کو شیوۂ حیات بنانے والوں کے لئے شعر و شاعری کا شغل مذموم و معیوب نہیں ہے بلکہ وہ شاعری جس میں ایمان و یقین سے متضاد باتیں نہ ہوں، جس میں تعصب و ہٹ دھرمی نہ ہو، جو کذب و بطلان سے پاک ہو اور جس میں کسی قسم کے شر و بغاوت کا شائبہ نہ ہو بڑی محبوب اور قابل تعریف ہے۔ شعر و شاعری سے متعلق قرآنی موقف کی وضاحت، احادیثِ نبویہ کے بغیر تشبیہ تو ضیح رہے گی۔ ذیل میں شاعری کی ترغیب و تشویق سے متعلق چند ارشاداتِ نبوی مرقوم کئے جاتے ہیں :

وہ حضرات جن کے دل شمعِ اسلام سے روشن ہو چکے تھے، جو نفرت و عداوت کے

©rasailojaraid.co

پورے طور پر خدا اور اس کے رسول کی طرف مرکوز ہو گئی تھیں وہ اب یکسو ہو کر تحریک اسلامی کے شجرِ طیب کو خونِ جگر سے پہنچ رہے تھے اور جان و مال اور زبان و بیان کی قوت سے مقابلہ کرنے میں پیش پیش تھے۔ چنانچہ آنحضورؐ نے جب مشرکین کی دلدوز جھوٹوں کو سنا تو آپؐ نے صحابہ کرام کو متوجہ کرتے ہوئے فرمایا :

((ما يمنع القوم الذين نصروا رسول الله بسلاحهم ان ينصروه بالسنتهم)) {۱۲}

”جن لوگوں نے اپنے رسولؐ کی مدد اسلحوں سے کی ہے ان کے لئے کون سی چیز حارج ہے کہ وہ اپنی زبانوں سے اس کی مدد کریں۔“

چنانچہ شعراء کفار کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی لسانی نبرد آزمائی کی تحریض و ترغیب پر شاعر رسولؐ حضرت حسانؓ ”کھڑے ہوئے۔ آپ نے سفیان بن الحرث کے بارے میں چند ایسے اشعار کہے کہ قریش کے لوگ چیخ پڑے کہ حسانؓ نے ایسے اشعار کہے ہیں جن کی وجہ سے ابن ابی قحافہ کا نام و نشان مٹ گیا۔“ {۱۳}

شاعر اسلام حضرت حسانؓ سے متعلق ہی ایک روایت ہے جسے حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں :

((استأذن حسان بن ثابت رسول الله صلى الله عليه وسلم في هجاء المشركين فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: فكيف بنسبي؟ فقال حسان: لأسلتكَ منهم. كما تسل الشعرة من العجين))

”حضرت حسانؓ بن ثابت نے مشرکین کی جھوٹوں کی سلسلے میں رسول خدا ﷺ سے اجازت چاہی پس رسول اللہ ﷺ نے پوچھا، میرے نسب کے سلسلے میں کیا ہو گا؟ (یعنی میں بھی تو انہیں کے خاندان کا فرد ہوں تو پھر میں کیسے محفوظ رہ سکوں گا؟) اس پر حضرت حسانؓ نے عرض کیا کہ میں ان کے درمیان سے آپؐ کو اس طرح نکال لوں گا جس طرح بال آٹے سے نکال لیا جاتا ہے۔“

جب حضور اکرم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو چند نفوسِ قدسیہ کے

ساتھ حضرت حسان بھی حلقہ گوشِ اسلام ہو گئے۔ آپ ”کا قبول اسلام جذباتی نہیں تھا اور نہ ہی وقتی تھی۔ چنانچہ آپ نے اخلاص و للہیت اور شعورِ کامل کے ساتھ اس راہِ پر خار میں قدم رکھا اور کفارِ قریشی شعراء کے بالمقابل شاعری کی آماجگاہ میں ثابت قدم رہتے ہوئے نیز نبیؐ، اسلام اور دیگر مسلمانوں کی عزت و عصمت کو بچاتے ہوئے دندان شکن جواب دیتے رہے۔ جنگِ احزاب کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کون ہے جو مسلمانوں کی عزت کی پاسداری کرے۔ حضرت کعب بن مالک نے عرض کیا کہ یہ خدمت میں انجام دوں گا اے رسول اللہ! عبد اللہ بن رواحہ نے عرض کیا اے رسول اللہ! اس مہم کے لئے میں اپنے آپ کو پیش کرتا ہوں اور حضرت حسانؓ بن ثابت نے عرض کیا کہ میں اس کے لئے حاضر ہوں۔ (۱۵) ان کا یہ مقدس فریضہ میں انجام دوں گا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا، ”حسان! تائیدِ الٰہی تمہارے شامل حال ہوگی تم ان کی جگو گوئی میں سرگرم ہو جاؤ۔ اس سلسلے میں حضرت براءؓ سے منقول یہ روایت سنئے :

((ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لحسان اھجھم او قال ھاجھم وجبرئیل معک)) {۱۵}

”حضرت براءؓ سے مروی ہے کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسانؓ سے فرمایا کہ ان کی جگو گوئی کرو یا فرمایا (راوی کو شبہ ہے) کہ ان کی جگو کا جواب دو، یہاں حضرت جبرئیل کی معیت تمہیں نصیب ہے۔“

شاعری سے متعلق قرآنِ پاک کے موقف کی تعبیر و توضیح میں وہ ارشاداتِ نبوی بھی ملحوظ رکھے جانے چاہئیں جو شعر کی عظمت و اہمیت پر شہادت بنتے ہوئے فکرِ مستقیم کے پیامی شعراء کرام کے لئے حوصلہ افزا پیغام اپنے جلو میں رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اشعار سے متعلق حکم فرمایا :

((انّ من الشعر حکماً ومن البیان سحرًا)) {۱۶}

”یقیناً بعض اشعار میں حکمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں اور بعض بیانات میں سحرانگیزی۔“

شعر و شاعری سے متعلق قرآنی موقف کی تعبیر و وضاحت اور ایک متوازن رائے قائم کرنے کے باب میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی یہ حدیث بھی

معاون ثابت ہوتی ہے :

((الشَّعْرُ فِيهِ كَلَامٌ حَسَنٌ وَ قَبِيحٌ فَخُذِ الْحَسَنَ وَاتْرَكِ الْقَبِيحَ)) {۱۷}

”شعر میں اچھے اور برے دونوں کلام ہوتے ہیں لہذا اچھے کو اختیار کرو اور برے کو چھوڑ دو۔“

شاعری کے جواز و عدم جواز اور استحسان و قباحت سے متعلق جو دلائل نقلیہ پیش کئے جاتے ہیں ان میں سے بیشتر سطور بالا میں مرقوم ہیں۔ دونوں قسم کے نصوص و شواہد کی روشنی میں شاعری سے متعلق اسلام یا قرآن کا جو موقف سامنے آتا ہے وہ یہ کہ اگر دین حنفی کاغلیہ و تفوق، اسلام اور مسلمانوں کی عزت و وقار، یوم الجزاء کی تذکیر و تلقین اور ذکر الہی کا استحکام اگر شاعری کے مقتضیات بن جاتے ہوں تو یہ بلاشبہ لائق تحسین اور قابل مبارکباد ہے۔ ایسی شاعری کو اللہ عز و جل کی کتاب اور رسول اکرم ﷺ کے فرمودات میں خدمت دین کے پہلو سے اعلیٰ درجے کا مقام حاصل ہے۔ اس کے برعکس اگر شاعری جاہلیت و عصیت کے گھناؤنے جذبات کی حامل، ذکر الہی سے دور اور حیات بعد الممات کے فکر و احتساب سے عاری ہے تو یہ شاعری مذموم و معیوب ہے جو فلاح حقیقی کی منزل سے ہمکنار کرنے کی بجائے خسران و ناکامی کی نقیب بن کر ذلت و عکت اور ہلاکت و بربادی کی عمیق کھائیوں میں گرا دیتی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے جب کعب بن مالک کا ایک شعر سنا جس میں جاہلیت کی بو آ رہی تھی تو آپ نے جاہلیت کے غماز کلمہ کو بدل دینے کا حکم صادر فرمایا، تاہم ”جعدی کا ایک شعر سماعت فرمایا اور آپ کو احساس ہوا کہ اس کے اندر جاہلی فخر و حماسہ کے جذبات کار فرما ہیں تو آپ نے شاعر سے مشتبہ الفاظ کا مفہوم دریافت کیا اور پھر اطمینان ظاہر فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے ایک شعر پڑھا اور پھر بیان کیا کہ جب یہ شعر نبی کریم ﷺ کے پردہ سماعت سے نکلایا تو آپ نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ اس منظر کو دیکھ کر میں کبیدہ خاطر ہوا اور آپ کی ناپسندیدگی دور کرنے کی کوشش کی اور ایک دوسرا شعر پڑھا تو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے تاباں پر بشارت

شاعری بلاشبہ اہل عرب کی گھٹیوں میں رچی بسی تھی۔ اسے تمام شعبہ ہائے زندگی کے دیوان کی حیثیت حاصل تھی اس لئے وہ کسی قیمت پر بھی اپنے اس سرمایہ افتخار سے محروم نہیں ہونا چاہتے تھے۔ نزول قرآن سے قبل کی شاعری میں عصیت و ہٹ دھرمی، منافرت و چچقلش، کبر و ریا، کذب و بطلان اور دوسرے جاہلی عادات و خصائل کی بھرپور نمائندگی ہوتی تھی۔ زعمائے قریش اور دیگر مشرکین مکہ قرآن اور صاحب قرآن کی طرف شاعری کا انتساب کر کے نبوت کے مقدس منصب کو مجروح کر رہے تھے۔ ایسے حالات میں شعرو شاعری سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو منزه رکھنا اور خلاف شان نبوت قرار دینا نیز شاعری کی غرض و غایت اور اس کے موقف کو طشت از بام کر دینا ایک امر ناگزیر تھا جس سے قرآن اور صاحب قرآن کا گریز ہمہ گیر دعوت اور حکمت عملی کے خلاف تھا۔ قرآن نے تعلیم دی کہ شاعری کا وسیلہ اظہار جذبات ہونا مذموم و معیوب نہیں ہے۔ ہاں اگر اس میں جاہلیت کی بو آتی ہو اور رشد و ہدایت کی بجائے ضلالت و گمراہی کی ترجمانی و تلقین ہوتی ہو تو یہ شاعری بہر حال اللہ اور اس کے رسول کی نگاہ میں عزت و احترام کے لائق نہیں ہے۔ اس کے برعکس اللہ عز و جل کی حمد و ستائش رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف، اسلام اور اہل اسلام کی عزت و ناموس کی پاسداری اور دین حنیف کی سرخروئی و سربلندی کے دیگر مظاہر میں اگر شعر کی زبان کو اظہار و بیان کا ذریعہ بنایا جا رہا ہو تو یہ بلاشبہ مبروک اور تحسین آفرین ہے۔

محققوں اور مجلسوں کی زینت بننا، سامعین کی داد و دہش کا طلبگار ہونا، اپنے کلام کے جو ہر بکھیر کر حاضرین پر رعب و جلال طاری کر دینے کی خواہش کرنا یہ تمام ایسے اسباب و محرکات ہیں جو جاہلی حمیت و جذبات کے حصار میں رہتے ہوئے تکلف، تصنع، کذب اور مبالغہ آرائی جیسی فکری اور فنی خامیوں کو جلا دیتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ بسا اوقات یہ احساسات و خیالات اور ادھام و خرافات کی ایسی وادیوں میں لاکھڑا کرتے ہیں جہاں فکر سلیم اور صراط مستقیم کا کوئی گزر نہیں ہوتا۔ آج بھی شعراء حضرات اپنی تصویر قرآن و سنت کے صاف و شفاف آئینے میں دیکھ سکتے ہیں اور اپنی کوتاہیوں اور خامیوں کا احتساب کرتے ہوئے حضرت حسانؓ، کعبؓ بن مالک اور عبد اللہؓ بن رواحہ کی معزز صف میں

شامل ہو سکتے ہیں جبھی فکری و فنی حیثیت سے آسمان ادب پر چمکتے ہوئے وہ اپنے آپ کو آخرت کی لازوال مسرتوں کا مستحق بنا سکیں گے۔

حواشی

- {۱} آل عمران : ۱۹
- {۲} آل عمران : ۸۵
- {۳} الحجرات : ۱۳
- {۴} ابن سلام، طبقات الشعراء ج ۱، صفحہ ۱۰، طبع اول ۱۴۰۲ھ، بیروت
- {۵} ابن قتیبہ، تاویل مشکل القرآن، ص ۱۴
- {۶} ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون، ج ۱، صفحہ ۵۵۳، قاہرہ
- {۷} عبد الحلیم ندوی، تاریخ ادب عربی ج ۱، صفحہ ۲۳۰، طبع سوم ۱۹۸۹ء، نئی دہلی
- {۸} ابن کثیر، تفسیر القرآن، ج ۲، صفحہ ۵۴۹، طبع اول ۱۴۰۰ھ
- {۹} ثناء اللہ الامری، تفسیر القرآن بکلام الرحمن، صفحہ ۲۵۹، ۱۳۳۷ھ، مطبع برقی، امرتسر
- {۱۰} احمد بن محمد حنبل، مسند احمد، ج ۵، صفحہ ۲۰۵
- {۱۱} مسلم بن حجاج القشیری، الصحیح لمسلم، ج ۲، کتاب الشعر، صفحہ ۲۴۰
- {۱۲} سامی مکی العالی، الاسلام والشعر ص ۶۸، کویت
- {۱۳} ابن عبد البر، الاستیعاب فی اسماء الاصحاب، ج ۱، صفحہ ۳۳۵، مصر
- {۱۴} ابو محمد بن اسماعیل البخاری، الصحیح للبخاری، کتاب الادب ج ۲، صفحہ ۹۰۹-۹۰۸
- {۱۵} ابو محمد بن اسماعیل البخاری، الصحیح للبخاری، کتاب الادب ج ۲، صفحہ ۹۰۹
- {۱۶} احمد بن محمد بن حنبل، مسند احمد، ج ۱، صفحہ ۲۶۹
- {۱۷} ابن رشیق القیروانی، المعجم فی منادى الشعراء، صفحہ ۹، طبع اول ۱۲۲۵ھ، مصر
- {۱۸} سامی مکی الحالی، الاسلام والشعر، صفحہ ۴۹-۵۰، کویت

اطلاع برائے قارئین

رمضان المبارک کے دوران دفتری اوقات میں کمی اور عید الفطر کی تعطیلات کے باعث آئندہ حکمت قرآن کا فروری مارچ ۱۹۹۸ء کا مشترکہ شمارہ شائع ہو گا۔ قارئین کرام نوٹ فرمائیں۔